قصصِ قرآنی - مناہج و مقاصد

صفدر سلطان اصلاحی

قرآن مجید بنیادی طور سے ایک صحیفۂ ہدایت ہے۔ اس کا مقصد انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کو صلاح و فلاح سے ہم کنار کرنا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابدی انعامات کے حصول کا مستحق بنانا ہے۔ اس مقصد کے لیے قرآن مجید نے دیگر وسائل اور دلائل کی طرح واقعہ نگاری یا قصہ نگاری کو بطور وسیلہ استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید کا مقصد نہ تاریخ بیان کرنا ہے اور نہ تاریخ کے واقعات و حادثات کی تفصیل فراہم کرنا ہے، بلکہ اس کا مقصد عبرت و نصیحت کے سامان اور حکمت و بصیرت کے اسباب فراہم کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اپنے بیان کردہ واقعات کی اس معنویت اور مقصدیت پر خود روشنی ڈالی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَـٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ (ھود/۱۲۰)

اور اے نبیؐ، یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمھیں سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَـٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلَّ

بلاشبہ اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں

شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ. (یوسف/۱۱۱)۔

بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں ان ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل ۔ اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

قرآنی قصوں کی مذکورہ بالا افادیت اور خاصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ حمید الدین فراہیؒ نے سورہ یوسف کی تفسیر کی ابتدا میں بہت عمدہ تجزیہ کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''تمام قرآنی قصص عبرت اور یاد دہانی کے سامان ہیں۔ یہ ایسی تصاویر ہیں جن میں انبیاء، صلحاء اور ان کے مخالفین ابتلاء اور کشمکش سے دوچار نظر آتے ہیں۔ یہ قصص ان کی اخلاقی او رتمدنی صورت حال کے ترجمان اور عکاس ہیں۔ یہ عبرت اور نصیحت اس لیے ہیں کیونکہ ان میں تمام فریقوں کے عواقب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عبرت حاضر کی صورت کو غایب پر قیاس کرنے کا نام ہے۔ پس یہ سورہ (سورہ یوسف) حضرت یوسفؑ کی زندگی کی تصویر کشی کرتی ہے۔ لیکن جب تم غور سے کام لوگے تو تمھیں اس کے اندر نبی آخرالزماں کی زندگی اور حالات نظر آئیں گے۔ اور تم اسے دیکھ کر مبہوت اور حیرت زدہ ہوکر رہ جاؤ گے۔ اس طرح یہ قصہ تمہارے سامنے ایک حقیقت واقعی بن کر اس طرح سامنے آئے گا کہ اس میں احساس اور خیال کی بھرپور نمائندگی شامل ہوگی۔ تمہارے اس احساس میں مزید اضافہ اس وقت ہوگا جب تم جامۂ یوسفی میں جمال مصطفوی کا مشاہدہ کروگے۔ اس طرح تمھیں پوری سورہ فی الواقع نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے مراحل کو پیش کرتی نظر آئے گی''۱۔

اقسام قصص:

قصص القرآن سے مراد قرآن مجید کی بیان کردہ وہ خبریں اور واقعات ہیں جو

سابقہ اقوام، ان میں مبعوث انبیاء و رسل، ان کی دعوت کے نکات اوراس کے مراحل اوران کے مخاطبین کے احوال اوررویوں وغیرہ سے متعلق ہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید میں تاریخ انسانیت کی بعض اہم اقوام کی دینی، اخلاقی، تہذیبی وسماجی صورت حال اوران کی رفعت اورتنزل کے اسباب وغیرہ کے بارے میں اتنی وافرتفصیلات ہیں کہ ان کی بنیاد پران اقوام کی فکری اورتمدنی زندگی کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

قرآن مجید میں مذکورقصص پرغورکیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بڑا حصہ درج ذیل تین اقسام سے متعلق ہے:

پہلی قسم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ان واقعات کوشامل کیا جاسکتا ہے جن میں ان کی دعوت، اس کے مختلف مراحل، ان سے صادرمحیر العقول واقعات، ان کے مخاطبین کا ان کے ساتھ طرزعمل، حق اور باطل کی کشمکش، حق کا غلبہ اور باطل کی شکست یا اصحاب کفر وشرک کی ہلاکت اور بربادی کی تفصیلات ہیں۔ ان انبیاء میں حضرت نوح، حضرت شعیب، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت یونس، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

دوسری قسم سے مراد قرآن مجید میں مذکور وہ واقعات ہیں جن سے متعلق مزید تفصیلات تاریخ کی مستند کتابوں اورمصادر میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ عہدنامہ قدیم وجدید میں اگر کچھ تفصیلات ہیں تو وہ تضاداوراختلاف کی بناپرغیرمستنداورغیرمعتبر ہیں۔ گویا ہمیں ان سے متعلق صرف قرآن مجید میں موجود تفصیلات پراکتفا کرنا پڑے گا[۲]۔ اس طرح کے واقعات میں حضرت آدمؑ کے دو بیٹے، طالوت و جالوت، اصحاب کہف، ذوالقرنین، قارون، اصحاب سبت اوراصحاب اخدودوغیرہ کوشامل کیا جاسکتا ہے۔

تیسری قسم میں وہ واقعات ہیں جن کا تعلق نزول قرآن اورعہدرسالت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ کافرین ومشرکین نے آپ ﷺ کی دعوت کا کس طرح مذاق اڑایا۔ اس کی مخالفت میں کیا کیا تدابیراختیارکیں۔ بالآخرکئی مرتبہ حق وباطل ایک دوسرے

کے خلاف صف آرا ہوئے اور کئی معرکے مثلاً غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ تبوک اور غزوۂ حنین وغیرہ برپا ہوئے۔ مجموعی طور سے حق کا بول بالا ہوا اور باطل شکست و ریخت سے دوچار ہوا۔ ان سب کی اوران کے علاوہ آپ ﷺ کی زندگی میں پیش آئے بعض اہم واقعات جیسے واقعۂ معراج، واقعہ ہجرت اور واقعہ مرور جن وغیرہ کی تفصیلات قرآن مجید کی بعض سورتوں میں بیان کی گئی ہیں۔[۳]

مصالح قصص

قرآنی قصص کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عبرت اور نصیحت کے بہت سے سامان موجود ہیں۔ یہاں ان سب کا احاطہ مشکل ہے۔ اس لیے چند اہم پہلوؤں کا انتہائی اختصار سے تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱- دعوت الی اللہ کی بنیادوں کی وضاحت اور ان شریعتوں کے اصول و مبادی کی صراحت جنھیں مختلف انبیاء کرام اپنے ساتھ لے آئے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء/۲۵)

ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

۲- پیارے نبی ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے قلوب کو اللہ کے دین کی صداقت و حقانیت پر مطمئن کرنا، اللہ کی نصرت و تائید، حق کے غلبہ اور باطل کی شکست پر ان کے یقین و اعتماد کو پختہ اور مستحکم کرنا، اس مقصد کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ۔ (ھود/۱۲۰)

اور اے نبیؐ، یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمھیں سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم لکھتے ہیں:

''اوپر حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کی جو سرگزشتیں بیان ہوئی ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سرگزشتیں ہم اس لیے سناتے ہیں کہ ان کے وہ پہلو تمہارے سامنے لائیں جو تمہارے دل کو مضبوط کریں تاکہ تم حالات کا پامردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرسکو جو تمھیں پیش آرہے ہیں یا آئندہ پیش آسکتے ہیں۔ اور یہ اطمینان رکھو کہ ان واقعات سے حق کے غلبہ اور باطل کی شکست کی جو تاریخ تمہارے سامنے آئی ہے یہ تمام تر حقائق پر مبنی ہے۔ ایسا ہی ہوا ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ یہ سنت الٰہی ہے اور سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی''۔[۴]

۳- انبیاء سابقین اور ان کے احوال وکوائف کا تذکرہ اور اس کے ذریعہ خاص طور سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی تصدیق۔ کیونکہ ان کے ساتھ بھی اُسی طرح کے واقعات پیش آئے جیسا اِن سے پہلے کے انبیاء کرام کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اور ان کے مخالفین کا اندازِ تکذیب اور طریقہ ایذا رسانی اُسی طرح کا تھا جیسا ان سے پہلے کے انبیاء کے مخالفین کا تھا[۵]۔ ارشاد ربانی ہے:

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ (آل عمران/۱۸۴)	اور اے نبی اگر یہ لوگ تمھیں جھٹلاتے ہیں تو بہت سے رسول تم سے پہلے جھٹلائے جاچکے ہیں۔
كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولاً (مزمل/۱۵)	جس طرح فرعون کی طرف ہم نے ایک رسول بھیجا تھا۔
مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (الشوریٰ/۵۲)	تمھیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے؟ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنایا جس سے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اور بے شک تم ایک سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کررہے ہو۔

''وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ'' (یوسف/۳)	ورنہ اس سے پہلے تم (اُن چیزوں سے) بالکل ہی بے خبر تھے۔

۴- اہل کتاب کو دلائل و براہین سے اس بات کا قائل بنا دینا کہ انھوں نے حق و انصاف کی راہ سے انحراف کیا ہے۔ کتمان حق کا جرم عظیم کیا ہے اور آسمانی کتابوں میں تحریف و تلبیس کی شنیع حرکت کی ہے۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے حضرات انبیاء کرام کی تصویریں مسخ کی ہیں اور ان پر بے بنیاد الزامات عاید کیے ہیں۔ اس لیے اب قرآن مجید جو کچھ بیان کر رہا ہے اس کی حقانیت اور صداقت کو تسلیم کیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ (آل عمران/۶۲)	یہ بالکل صحیح واقعات ہیں۔
نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ (الکہف/۱۳)	ہم ان کا قصہ تمھیں ٹھیک سناتے ہیں۔
إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ (النمل/۷۶)	یہ واقعہ ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

۵- مخاطبین کے لیے تذکیر اور نصیحت اور فہم حق کو آسان بنا دینا، کیونکہ قصص اور حکایات میں سامع کو ایک خاص قسم کا لطف آتا ہے اور بات اس کی سمجھ میں زیادہ آسانی سے آجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (یوسف/۱۱۱)۔	اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

علامہ عبدالحمید فراہیؒ قصص قرآن کے اس پہلو کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں:

''قصص کی پہلی خوبی یہ ہوتی ہے کہ ان کی تاویل مخاطبین کے احوال کے مطابق ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا یہ ایسی مثالیں ہیں جو ان ہی کے لیے بیان کی گئی ہیں اس لیے وہ ان سے سبق لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ انسانی

نفوس میں صاف اور براہ راست گفتگو کے بالمقابل زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ نفس کو حرکت اور نشاط عطا کرتے ہیں۔ اس لیے لوگ مردوں اور عورتوں کے درمیان عشق و محبت کی داستانوں کو بہت شوق سے سنتے اور پڑھتے ہیں اور انھیں والدین اور ان کی اولاد کے درمیان پائی جانے والی محبت کی تفصیلات پر ترجیح دیتے ہیں"۶۔

وہ تفسیر سورہ البقرہ میں قصہ آدم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے پیش نظر مطالب کی وضاحت کے لیے قصہ کا پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے اور ان مطالب کے لیے صاف اور سیدھے طریقہ بیان سے احتراز کیا ہے۔ کیونکہ قصہ نگاری کی صنف زیادہ موثر اور کارگر ہوتی ہے''۷۔

۶- منکرین حق اور مفسدین ارض کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے ڈرانا اور اس کی تفصیلات سے آگاہ کرنا، تاکہ وہ تکذیب و افتراء اور کفر و شرک کی راہ ترک کر کے راستی اور حقانیت کا راستہ اختیار کرلیں۔ یہ تفصیلات قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں حضرات انبیاء کرام اور ان کی اقوام کے تذکرہ کے دوران بیان کی گئی ہیں۸۔ بعض مقامات پر عذاب کی شکلوں میں سے کئی کا تذکرہ ایک ساتھ کردیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ العنکبوت میں ہے:

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِباً وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (العنکبوت:۴۰)	آخرکار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسادیا اور کسی کو غرق کردیا۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا۔ مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے۔

سورہ الفجر میں ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ. إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ. الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ. وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ. وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ. الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ. فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ. فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ. إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ. (الفجر/۶-۱۴)

تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی؟ اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ؟ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے دنیا کے ملکوں پر بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلا دیا تھا۔ آخر کار تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہیں۔

۷- اللہ تعالیٰ کی بے پناہ طاقت اور قوت کا اظہار اور اثبات، خاص طور سے حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ محیّر العقول واقعات کے اصدار سے ایک طرف یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کی امداد اور نصرت کا جو وعدہ کر رکھا ہے اسے اس نے کیسے پورا کیا؟ اور وہ آج بھی اس پر قادر ہے۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا کہ اس دنیا میں جو قوانین جاری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہیں ان قوانین میں ترمیم و تنسیخ کر سکتے ہیں اور نامساعد حالات کو مساعد اور ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۹۔ سورہ الملک میں ارشاد باری ہے:

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ. أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (الملک/۱۶-۱۷)

کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تمھیں زمین میں دھنسا دے اور یکا یک یہ زمین جھکولے کھانے لگے، کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے۔

سورہ الدخان میں ہے:

كَذٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْماً آخَرِيْنَ. فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِيْنَ (الدخان/۲۸-۲۹)

یہ ہوا ان کا انجام، اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنایا۔ پھر نہ آسمان ان لوگوں پر رویا اور نہ زمین ُُ اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی۔

۸- حضرات انبیاء کرام کے بارے میں ان کے متبعین نے جو بے بنیاد باتیں عام کررکھی تھیں ان کی تردید اور صحیح صورت حال کی وضاحت۔ اس شنیع حرکت کا ارتکاب خاص طور سے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہوا تھا۔ انھوں نے توریت اور انجیل میں مذکور انبیاء اور رسولوں کی پاکیزہ اور صاف ستھری زندگیوں کو بے سروپا الزامات اور اتہامات سے آلودہ اور داغدار قرار دے کر پیش کیا تھا، جن کے مطالعہ سے ان پاکیزہ ہستیوں کی اتباع اور تقلید تو کجا، انھیں (نعوذ باللہ) عالم صالح افراد میں شمار کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس قسم کے جن انبیاء کرام کی ذات گرامی سے متعلق بے بنیاد پروپگنڈہ کا ازالہ کیا ہے ان میں خاص طور سے حضرت سلیمانؑ، حضرت داوٗدؑ، اور حضرت عیسیٰؑ قابل ذکر ہیں۔ بطور مثال سورہ بقرہ آیت ۱۰۲، الانبیاء، آیت ۷۸ تا ۸۱، سورہ ص آیت ۱۷ تا ۴۰، آل عمران، آیت ۴۲ تا ۵۹، النساء، آیت ۱۵۷-۱۵۹، المائدہ، آیت ۱۱۰-۱۱۸، سورہ مریم، آیت ۱۶-۳۵، وغیرہا ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے یہود و نصاریٰ کے ان اتہامات اور بہتان طرازیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ”جن لوگوں کی نظر تورات اور اسرائیلی روایات پر ہوگی وہ اس تکلیف دہ حقیقت سے بے خبر نہ ہوں گے کہ عقل و دیانت کے ان دشمنوں نے انبیاء کی پاک سیرتوں کو داغ دار بنا کر دکھانے میں کسی کوتاہ دستی سے کام نہیں لیا - العیاذ باللہ- حضرت لوط کو اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے والا، یا حضرت موسیٰ کو نظر باز اور مبروص قرار دیا، حضرت ہارون کو گوسالہ پرستی کا

مجرم اول ٹھہرایا، حضرت داؤد کو عیاش اور عیار بنا کر پیش کیا، حضرت سلیمان کو جادوگر اور مشرک تک مشہور کیا اور حضرت عیسیٰؑ تو کچھ نہ پوچھئے کہ ان کا یہ ذوق بہتان طرازی کس حد کو جا پہنچا۔ ان اتہامات میں سے اکثر و بیشتر تو ایسے ہیں جنھیں ان لوگوں نے تورات میں درج کر ڈالا اور کچھ صرف ان کی زبانوں پر گردش کرتے رہے۔ قرآن مجید کی مختلف صفات میں سے ایک صفت ''مہیمن'' ہونے کی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان اہم غلطیوں اور بہتانوں کی اصلاح و تردید کرنے والا ہے جن کو اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں شامل کر دیا ہے'' ۱۰۔

مذکورہ سطور میں قصص قرآن کے چند بنیادی اور نمایاں دروس نصیحت و حکمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قصص جملہ مقاصد نزول قرآن کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ان کی جتنی تشریح اور تفصیل بیان کی جائے وہ کم ہے۔ الحمد للہ قدیم و جدید مسلم مفکرین اور علماء نے ان کے تعارف اور تذکرہ پر مبنی قیمتی تحریریں (کتابیں اور مقالات) سپرد قلم کی ہیں ۱۱۔ جن سے افرادِ امت کی اصلاح اور رہنمائی کا خاطر خواہ کام انجام پایا ہے۔ تفصیل اور استفادہ کے طالبین کے لیے ان کی طرف مراجعت بے حد مفید ہوگی۔

اسالیب قصص

قرآن مجید میں مذکور قصوں کے اسالیب کی وضاحت تحریک اسلامی ہند کے قائد اول مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کے ایک مقالہ سے ماخوذ درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

''قرآن ایک صحیفہ ہدایت ہے۔ وہ تاریخ بیان کرنے کے لیے نہیں اتارا گیا ہے بلکہ اس لیے نازل ہوا ہے کہ دنیا کے لیے مشعل ہدایت ہو اور تاریکیوں میں لوگوں کی رہنمائی کرے۔ وہ ایک صور ہے جو سوئی ہوئی قوموں کو جگا دینا چاہتا ہے۔ ایک نور ہے جو راستہ سے بھٹکے ہوئے کو راہ راست پر لانا چاہتا ہے۔ ایک پیام ہے جس کی غرض دنیا کے عقائد و

اعمال کی تصحیح و اصلاح ہے۔ اس مقصد کے لیے واقعات کی تاریخی ترتیب کچھ زیادہ سود مند نہیں۔ قرآن میں انبیاء کرام اور گزشتہ قوموں کے حالات تاریخی حیثیت سے بیان نہیں کیے جاتے کہ ان میں ترتیب زمانی اور تفصیل جزئیات کا اہتمام ہو۔ وہ استدلال اور تذکیر و موعظت کے لیے بیان ہوتے ہیں۔ اس لیے نظم کلام، موقع بیان اور مخاطب کے اعتبار سے کبھی اجمال سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی تفصیل سے۔ کبھی بعض انبیاء کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور بہتوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کبھی کسی کو ایک جگہ مقدم کر دیا جاتا ہے اور دوسری جگہ موخر، یہ تقدیم و تاخیر اور اجمال و تفصیل بلا سبب یا تاریخ سے بے خبری کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ....اور واقعہ یہ ہے کہ جو کلام مخاطب اور موقع و محل کی رعایت سے خالی ہوگا ہرگز مفید نہیں ہوسکتا بلکہ مفید ہونے کے بجائے مضر ہوگا۔ قرآن کی بلاغت کا ایک راز یہ بھی ہے اور قرآن ہی نہیں بلکہ ہر سمجھ دار اس کو گفتگو میں ملحوظ رکھتا ہے۔ مخاطب کی معلومات، اس کے عقائد، اس کے جذبات اور اس کی فہم وغیرہ کو اگر گفتگو میں ملحوظ نہ رکھا جائے تو کلام بالکل بے اثر ہو کر رہ جائے۔ قرآن ان میں سے ہر چیز کا شدت سے لحاظ کرتا ہے"[۱۲]۔

ان اسالیب کی مزید وضاحت عصر حاضر کے مایہ ناز مفکر سید قطب شہیدؒ کی تفسیر "فی ظلال القرآن" کے درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

"اس سورہ میں اس قصہ کا اس انداز میں بیان کیا جانا قرآن کے اس اسلوب کے مطابق ہے جو اس نے قصوں کے بیان کرنے کے لیے اختیار کر رکھا ہے اس کا مقصود اصلاً کچھ متعین حقائق کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ حقائق وہی ہوتے ہیں جو متعلقہ سورہ کے مرکزی موضوع / موضوعات سے ہم آہنگ ہوتے ہیں چنانچہ قصص کے بیان کرنے کے لیے وہی

اسلوب اختیار کیا جاتا ہے اور قصص کے اُتنے ہی حصے بیان کیے جاتے ہیں جن سے ان حقائق کی پیش کش اور وضاحت میں مدد ملے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قصوں کا حقائق کی پیش کش اور انھیں دلوں میں جاگزیں کرنے میں ایک خاص کردار ہوتا ہے۔ان کے ذریعہ حقائق اپنی واقعی اور حقیقی شکل میں انسانی زندگی میں رواں دواں نظر آتے ہیں۔ یہ تاثیر کے اعتبار سے نفس انسانی میں مجرد حقائق کو پیش کرنے کے بالمقابل زیادہ مفید ہوتے ہیں''۱۳

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے قرآنی قصص کے اسالیب کا ایک عمومی تعارف نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔اگلی سطور میں ان کے بعض مخصوص پہلوؤں کی وضاحت کی جارہی ہے۔

ان کا ایک خاص وصف تکرار ہے۔یعنی یہ کہ وہ ایک سے زائد مقام پر بیان کیے گئے ہیں۔مختلف مقامات پر ان کے تذکرہ کا انداز اور اسلوب ایک دوسرے سے الگ ہے۔ کہیں کسی قصے میں کوئی بات مقدم ہوگئی ہے تو وہی بات دوسری جگہ مؤخر ہوگئی۔کسی جگہ کسی بات کی بہت زیادہ تفصیل آئی ہے تو دوسری جگہ اسی بات کو بہت اجمال اور اختصار سے پیش کیا گیا ہے۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اسلوب میں کئی مصلحتیں کارفرما ہیں۔

۱- فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مراتب کا بیان، کیونکہ بلاغت کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ ایک معنی اور مفہوم کو مختلف طریقوں سے بیان کیا جائے۔قرآن مجید میں جو قصے بار بار بیان ہوئے ہیں ان کا اسلوب بیان ہر جگہ الگ ہے اور ایک دوسرے سے ممتاز اور نمایاں ہے۔ان کی ساخت اور ظاہری اجزاء بھی الگ الگ ہیں۔ اسی لیے ان کا قاری ان کی تکرار کے باوجود انھیں انتہائی دلچسپی سے پڑھتا ہے بلکہ اُسے ہر قصے میں کچھ ایسے نئے معانی اور مفاہیم حاصل ہوتے ہیں جو اُسی قصے میں دوسرے مقام پر حاصل نہیں ہوسکے تھے۔

۲- قرآن مجید کے اعجاز بیان کا اثبات اور اس کی تاکید و تائید، کیونکہ ایک معنیٰ

اور مفہوم کو مختلف شکلوں اور صورتوں میں پیش کرنے سے عربوں کا عجز اور ان کی بے مائیگی ثابت ہوتی تھی، وہ اپنے مطالب کی اس طرح سے ادائیگی پر قادر نہیں تھے۔ اس سے قرآن مجید کا وہ چیلنج (تحدی) اور زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ عربوں کے سامنے آتا تھا جو اس نے متعدد مقامات پر انھیں قرآن جیسا کوئی کلام یا اس کی ایک سورہ جیسی کوئی سورہ یا کئی سورتیں پیش کرنے کے حوالے سے دیا تھا[۱۴]۔

۳- قصوں کے تذکرہ سے اس بات کا اہتمام کہ ان کے لائق عبرت اور قابل نصیحت پہلو لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوجائیں۔ کیونکہ تکرار سے معانی میں تاکید اور ان کے مہتم بالشان ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرعون کے ساتھ موسیٰؑ کے واقعہ میں ہے۔ یہ واقعہ حق اور باطل کی کشمکش کا بہت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں نقشہ پیش کرتا ہے، جس کے مطالعہ سے لوگوں کو بے شمار دروس و نصائح حاصل ہوتے ہیں۔ اہل ایمان کا ایمان پختہ ہوتا ہے اور اہل کفر و اہل طغیان پر ان کی روش کے ہولناک نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں اسلوب تکرار کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالحمید فراہیؒ لکھتے ہیں:

> ''قوم لوط، فرعون، ثمود اور قوم نوح کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ کہیں مفصل کہیں مجمل، اسلوب ہر جگہ بدلا ہوا ہے تاکہ بے فائدہ تکرار کا عیب کلام میں کہیں پیدا نہ ہونے پائے۔ ایجاز و اختصار ہر جگہ ملحوظ ہے۔ عبرت و نصیحت کے مقصد سے جتنی بات جس جگہ کہنی مناسب ہوئی کہی گئی .... یہ اسلوب کلام زبور میں بھی ملتا ہے۔ اس میں بھی اکثر مشہور واقعات کی طرف اشارے کر دیے جاتے ہیں۔ اگر قرآن کے اس طرح کے مقامات سے آدمی سرسری طور سے گزر جائے تو اس پر کلام کا نظم اچھی طرح واضح نہیں ہوسکتا''[۱۵]۔

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے اس اسلوب کی بہت عمدہ وضاحت کی ہے۔ وہ

لکھتے ہیں:

''لیکن تکرار کے لفظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ایک ہی بات کو لفظاً و معناً جوں کا توں جگہ جگہ دہرایا گیا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے، قرآن کریم میں اس کے باوجود کہ ایک ہی حکم، ایک ہی قصہ اور ایک ہی استدلال دسیوں، بیسیوں مقامات پر بیان کیا گیا ہے لیکن تکرار محض کہیں بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ہر مقام پر تذکیر و تفہیم کا کوئی نہ کوئی نیا پہلو پیدا کر دیتا ہے ....

ان باتوں سے جہاں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ایک ہی بات کو ایک ہی عبارت اور ایک ہی اسلوب میں سنتے سنتے طبیعتوں میں ناگواری نہیں محسوس ہوتی، جی اکتا اور کان تھک نہیں جاتے وہاں اس سے یہ بڑا فائدہ ہوتا ہے کہ تذکیر اور استدلال بدل جاتے ہیں اور حکمت الٰہی کے کچھ نئے گوشے نمایاں ہوجاتے ہیں جس سے سمجھنے اور سمجھانے والوں پر ہر بار ایک نیا اثر مرتب ہوتا ہے''۱۶۔

مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ نے دائرہ حمیدیہ (مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ) کے ترجمان ''الاصلاح'' میں ''قرآن میں تکرار کی نوعیت اور قصہ آدم و شیطان'' کے عنوان سے ایک وقیع اور تجزیاتی مقالہ لکھا تھا، جسے بعد میں ادارہ علوم القرآن نے ''قرآنی مقالات'' کے نام سے شائع شدہ مجموعہ مقالات میں شامل کرلیا ہے۱۷۔ اس مقالہ کے بارے میں پاکستان کے معروف محقق ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

''قصص میں تکرار کے موضوع پر ہندوستان ہی کے ایک مشہور صاحب قلم مولانا ابواللیث اصلاحی نے ایک بڑا عالمانہ مقالہ تحریر کیا تھا جو کئی بار شائع ہوا ہے۔ اس مقالہ میں مولانا نے بڑی تفصیل سے تکرار کے موضوع پر گفتگو کی ہے اور بطور مثال یہ بتایا ہے کہ قصہ آدم و ابلیس میں تکرار کیوں ہے؟''۱۸۔

قرآن حکیم میں مذکورہ قصوں کے اسالیب اور طرز بیان پر غور کرنے سے ایک اور اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ یہ قصے کسی ایک سورہ میں مکمل صورت میں بیان نہیں کیے گئے ہیں بلکہ مختلف سورتوں میں جستہ جستہ بیان کیے گئے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید کی ہر سورہ کا ایک مرکزی عنوان ہے اس لیے اس سورہ میں مذکور واقعے کا صرف وہ حصہ بیان کیا گیا ہے جو اس کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہو۔ ساتھ ہی موقع ومحل اور بلاغت وفصاحت کے اقتضا کا بھی پاس ولحاظ رکھا گیا ہے۱۹۔ کبھی کبھی کسی واقعے کا تذکرہ کا محرک اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی تفصیل پیش کرنا ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ میں "وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ " (آیت نمبر۲۶۰) ترجمہ: اور وہ واقعہ بھی پیش نظر رہے جب ابراہیم نے کہا تھا کہ "میرے مالک، تو مجھے دکھادے تو مردہ کو کیسے زندہ کرتا ہے) اور سورہ کہف میں اصحاب کہف کے واقعے کے تذکرہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اسی طاقت وقوت اور قدرت و سلطنت کا بیان ہے۔

قرآنی قصص کے اسالیب کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ ان میں خطاب بالعموم نبی کریم ﷺ سے ہوتا ہے۔ ان کے ذریعہ کبھی نبی ﷺ کو یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کی دعوت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام حق اپنے نیک بندوں کے ذریعہ ہر دور اور ہر قوم میں بھیجا ہے اور اس کی تائید کے لیے بوقت ضرورت خارق العادت واقعات (معجزات) کا ظہور بھی کیا ہے اور کبھی کبھی پیارے نبی ﷺ کی زبانی اہل کفر وعناد کو ان کے انجام بد اور سوء عاقبت سے آگاہ کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کبھی سوال کی صورت میں ہوا ہے۔ اس کے ذریعہ مخاطبین کو متوجہ کرنے اور انھیں شوق و رغبت سے سننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ سورہ الفیل میں اصحابِ فیل کے واقعے کے تذکرہ کا یہی مقصد ہے، اہلِ عرب اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اصحابِ فیل اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کے شکار ہوئے تھے لیکن وہ اس لعنت اور غضب کی شدت سے واقف نہیں تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء سورہ میں دو سوالات کیے۔ پھر تین آیتوں میں ان کے جوابات دیے۔ جن کے ذریعہ انتہائی بلیغ اور مؤثر انداز میں عذاب اور لعنت کی شدت سامنے آگئی۔ بلاشبہ یہ واقعہ عربوں

میں معروف تھا۔ اس لیے اس کے تذکرہ سے ان کی معلومات میں اضافہ کرنا مقصود نہیں بلکہ انتہائی مختصر لیکن جامع الفاظ میں اللہ کی گرفت کی شدت کو پیش کرنا تھا، چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اتنے بڑے واقعے کو محض پانچ آیات میں پیش کر کے ایجاز و اختصار کا ایک حیرت انگیز نمونہ رکھ دیا گیا ہے۔

قرآنی قصص کے طرز بیان اور اسالیب کے مطالعہ کے وقت ان کا ایک وصف اور امتیاز یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ان کی ابتدا اور آغاز مختلف طریقوں سے ہوئی ہے۔ کسی واقعہ میں بالکل آغاز ہی میں ایک یا دو آیت کے اندر اس واقعے کا پورا خلاصہ پیش کر دیا گیا۔ مثلاً سورہ کہف میں فرمایا گیا ''نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡکَ نَبَأَهُم بِالۡحَقِّ إِنَّهُمۡ فِتۡيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمۡ وَزِدۡنَاهُمۡ هُدًى ''۔ (الکہف/۱۳) (ہم ان کا قصہ تمھیں سناتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔) اس اسلوب بیان سے قاری کے اندر اس قصے کی مزید تفصیلات جاننے کا شوق پیدا ہوا، اس کے بالمقابل بعض واقعات ایسے بھی ہیں جن میں قرآن مجید نے شوق اور رغبت دلانے کے لیے آغاز قصہ ہی میں اس کی بہترین الفاظ میں تعریف کی اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی مثلاً سورہ یوسف میں قصہ یوسف کا آغاز اس طرح ہوا: ''نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡکَ أَحۡسَنَ الۡقَصَصِ '' (آیت/۳) (اور اے نبیؐ، ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وحی کر کے بہترین پیرایہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں۔) بعد میں فرمایا کہ اس کا مقصد لوگوں کو تاریکیوں اور غفلتوں سے نکال کر روشنی اور بیداری کی طرف لانا ہے اور انہیں رشد و ہدایت سے ہم کنار کرنا ہے، پھر اس کے بعد حضرت یوسف کے خواب، باپ سے تذکرہ اور ان کی ہدایت کہ بھائیوں سے نہ ذکر کریں، ان سب سے قارئین و سامعین کے اندر پورے واقعہ کی جانکاری کی طلب اور خواہش پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد وہ پورا واقعہ پڑھنے کے لیے بے چین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ سورہ میں بیان کردہ تمام تفصیلات از بچپن تا حصول اقتدار (بشمول امراۃ عزیز کا معاملہ، حضرت یوسفؑ کی قید اور رہائی وغیرہ) پڑھ ڈالتا ہے اور متاثر ہوتا ہے۔

قصہ اور حکایت کی پیش کش کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس میں دور تک انجام کو پردۂ خفا میں رکھا جائے اور کسی مقام پر اچانک قاری کو اس سے آگاہ کر دیا جائے۔ اس اسلوب کے ذریعہ قاری کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کے جذبہ شوق کو تحریک ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ موسیٰ کا واقعہ، اللہ تعالیٰ کے ایک انتہائی مخصوص بندے کے ساتھ (الکہف/۶۵-۸۲) اور ملکہ سبا کا واقعہ سلیمانؑ کے ساتھ (سورۃ النمل آیت ۱۶-۴۴) اس کی بہترین مثال ہیں۔ جن کے مطالعہ کے وقت قاری کا شوق اور طلب آخر تک باقی رہتی ہے ملکہ سبا کے واقعہ میں تو اُس کا تجسس اخیر تک باقی رہا۔ خود ملکۂ سبا بھی اُس عرش کے بارے میں صاف جواب نہیں دے سکیں اور ”کأنه هو“ کہنے پر اکتفا کیا۔

قرآنی قصص کا ایک امتیازی اسلوب یہ ہے کہ اس میں الفاظ و تراکیب کے استعمال میں انتہائی احتیاط اور لطافت کا خیال رکھا گیا ہے اور بڑے سے بڑے واقعے کا کم سے کم الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ قصص کی آیت ”وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ“ (القصص/۲۳) (اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی دے رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے پوچھا ”تمھیں کیا پریشانی ہے“۔ انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ چرواہے اپنے جانور نہ لے جائیں۔ اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں۔) ایجاز و اختصار کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں وارد بعض الفاظ خاص طور سے لفظ ”تسذودان“ پر غور کرنے سے بے شمار معانی اور مفاہیم سامنے آتے ہیں اور بچیوں کی قوم کی اخلاقی حالت کے زوال اور بچیوں کی حیا و شرم کے زیور سے آراستگی اور ان کے احتیاج اور ضعف پر روشنی ملتی ہے۔ اس لفظ کے بغیر کسی اور لفظ سے اتنے معانی کا بیان ممکن نہیں تھا، اسی طرح سورہ قمر کی آیات ”كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

وَنُذُرِ. إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحاً صَرْصَراً فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ. تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنقَعِرٍ "(۱۸-۲۰) (عاد نے جھٹلایا، تو دیکھ لو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے ایک پیہم نحوست کے دن سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔) میں قوم عاد کی تکذیب اور عذاب کی نوعیت پر بہت مختصر اور جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ آیت "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَن يُفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ "(البقرہ/۳۰) (یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا) میں لفظ جاعل، فساد اور سفک دم کا استعمال بہت معنی خیز ہے۔ جاعل (اسم فاعل) کے استعمال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی ذمہ داری حضرت آدمؑ کی ذات تک نہیں بلکہ پوری نسل آدمؑ تک پھیلی ہوئی ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اور ملائکہ کے قول میں فساد اور سفک دم کے استعمال اور بعد میں سورہ بقرہ ہی کے اندر آدم کے دو بیٹوں میں باہمی نزاع اور ایک کے قتل کے واقعہ کے ذکر سے بنی نوع انسان کی اس اخلاقی کمزوری سے پردہ اٹھانا تھا جو اُس اقتدار و استیلاء کا لازمی نتیجہ ہے جس سے نسل آدم سرفراز کی جارہی تھی۔

قصص کی اہمیت وافادیت

اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ عمدہ اور دل کش انداز میں بیان کیے ہوئے قصوں میں سامع/قاری کے لیے ایک عجیب وغریب قسم کی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ قصہ نگاری اور قصہ گوئی سے نفس انسانی بہت آسانی اور سرعت سے باتوں کا اثر قبول کرتی ہے اور اس کے احساسات وجذبات میں حرکت وارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد عقل انسانی بقدر ضرورت واستطاعت ان قصوں میں پنہاں اور مخفی ثمرات ونتائج کو اخذ کر لیتی

ہے اور انھیں وقتاً فوقتاً استعمال کرتی ہے۔ قصوں اور حکایات کے بالمقابل اگر کوئی بات تبلیغ وتلقین کے دیگر ذرائع سے کہی جائے تو نفس انسانی بہت جلد تکان اور بے رغبتی کا شکار ہوجاتی ہے اور جذبات واحساسات میں کوئی ارتعاش نہیں پیدا ہوتا چنانچہ نفس پر کوئی خاص اثر مرتب نہیں ہوتا، اور مطلوبہ نتائج کا حصول بہت مشکل اور دیر سے ہوتا ہے۔

قصوں کی اس افادیت کو عالم عرب کے معروف مفکر اور داعی بہی الخولی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

> ''قصوں اور داستانوں کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زندگی کے گوشوں کی منظر کشی کرتی ہیں۔ آپ کے سامنے عظیم شخصیات ، ان کی سرگرمیوں، ان کے اخلاق، ان کے افکار و خیالات اور ان کا طبعی و زمانی ماحول سب کچھ پیش کردیتی ہیں اور یہ ساری چیزیں ان کے اعمال و تصرفات اور باہم معاملات کے لبادے میں ہمارے سامنے رکھتی ہیں ....ان قصوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نفس ان کی طرف مائل ہوتے ہیں اور انھیں سننا پسند کرتے ہیں۔ تجسس اور انھیں جاننے کی فطرت سامعین کے کان، ان کی آنکھوں اور ان کے ذہن کو قصہ کے بقیہ حصے کی طرف متوجہ رکھتی ہے اور انسان قصے کے اگلے مرحلے کو جاننے کے لیے بیتاب رہتا ہے، قصہ اپنی ان دو امتیازی خصوصیات کی وجہ سے داعیان دین کے لیے بہترین وسیلہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اس سے وہ اپنی تعلیمات لوگوں کے دلوں میں اتار سکتے ہیں''[۲۰]۔

قصوں اور حکایتوں سے انسان کو کچھ فطری مناسبت حاصل ہے۔ انسان جب عہد طفولت میں ہوتا ہے تو وہ کہانی سننے، اس سے اثر لینے اور اُسے یاد کرلینے میں اور بعد میں اسے بیان کرلینے پر بہت جلد قادر ہوجاتا ہے۔ جب کہ دیگر چیزوں کے تعلق سے اس کا یہ معاملہ نہیں ہوتا ہے[۲۱]۔ انسان کی اس فطری خوبی اور وصف سے تعلیم وتربیت کے ماہرین نے فائدہ اٹھایا ہے اور تعلیمی اور تربیتی ضروریات کی تکمیل کے لیے قصوں اور

کہانیوں کا استعمال کیا ہے خاص طور سے دینی تربیت کے لیے ان کی افادیت اور اہمیت مسلم ہے۔ بلاشبہ قرآنی قصوں میں ایک خاص قسم کی اثر انگیزی ہے اس لیے یہ تربیت نفوس کے کام میں بے حد مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ البتہ اس کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ ان قرآنی قصوں کو اس اسلوب میں پیش کیا جائے جو طالبین تربیت کے فکری معیار کے مطابق ہو۔ بلاشبہ اس ضمن میں کچھ قابل قدر کام ہوئے بھی ہیں۔ عربی زبان میں سید قطب شہید، سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اور استاد السحار اور ڈاکٹر جارم وغیرہ کی بعض کتابیں اس کے لیے بہترین نمونے ہیں۔ اردو زبان میں بھی اس طرح کی کاوشیں ہوئی ہیں اور ان کے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی تصانیف خاص طور سے قابل ذکر ہیں[۲۲]۔ ان میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی ''تاریخ ارض القرآن'' اپنے موضوع کی بہت معرکتہ الآرا، اور بحث و تحقیق کے مسلم اصولوں اور معیارات کے مطابق ہے۔ مستقل کتابوں کے علاوہ اردو زبان میں مطبوعہ بعض کتابوں کے کسی ایک باب یا کئی ابواب میں قرآنی قصص میں سے ایک یا کئی قصوں کا تحلیلی اور تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے اور ان میں موجود دروس عبرت و نصیحت کو عمدہ اور جاذب نظر اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح کی کتابوں میں پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی کی کتاب ''قرآن کی دعوت فکر''، عرب مفکر بہی الخولی کی کتاب (اردو ترجمہ) ''تحریک اور دعوت''، اخوانی رہنما اور مفکر سید قطب شہید کی کتاب (اردو ترجمہ) ''قرآن کے فنی محاسن'' اور علامہ محمد الغزالی کی کتاب (اردو ترجمہ) ''قرآنی مباحث کے پانچ محور'' خاص طور سے قابل ذکر اور لائق مراجعت ہیں۔

دور حاضر میں قرآن فہمی اور رجوع الی القرآن کی جو مبارک اور مسعود کوششیں انفرادی اور اجتماعی سطح سے ہو رہی ہیں انھیں اور منظم اور تیز کرنے اور اس کے لیے تمام ممکنہ اور مفید ذرائع اور وسائل کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ ان ذرائع و وسائل میں سب سے اہم خود قرآن مجید کے موضوعات اور ان کے اثبات کے لیے اس کے فراہم کردہ دلائل

اور براہین سے عامۃ الناس کو آگاہ اور روشناس کرانے کی منصوبہ بندی اور اس کا نفاذ ہے۔
چونکہ ان موضوعات میں سے اکثر وبیش تر کا احاطہ، قرآن مجید میں وارد قصص و واقعات میں کیا گیا ہے اس لیے مختلف زاویوں سے ان کا مطالعہ اور مختلف طریقوں سے ان کی پیش کش سے عوام وخواص نہ صرف یہ کہ ان میں پنہاں مواعظ اور نصائح سے مستفید ہوں گے بلکہ وہ قرآن مجید کے مکمل مطالعہ اور اس کے موضوعات سے پوری آگہی کی طرف مائل ہوں گے اور اس کی تعلیمات سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کرکے ابدی انعامات اور حقیقی کامیابی سے سرفراز ہوں گے۔

حواشی ومراجع

۱۔ عبدالحمید فراہی، تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم، الجزء الاول، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، طبع اول ۲۰۱۰ء، ص ۲۹۶۔ علامہ فراہیؒ نے اس انداز کی بحث اپنے تفسیری حواشی میں کئی مقامات پر کی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو، سورہ ابراہیم (حوالہ سابق)، ص ۳۲۸-۳۲۹۔ ان کی تفسیر ''نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان'' کے جزء سورۃ البقرۃ، ص ۳۶-۴۶ (الدائرۃ الحمیدیۃ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ، طبع اول ۲۰۰۰ء) پر اس طرح کی ایک عمدہ بحث ہے جس میں انھوں نے بنی اسرائیل کے واقعات سے حاصل شدہ اسباق پر روشنی ڈالی ہے اور امت مسلمہ کے نزول قرآن کے عہد کے حالات اور بعد کے حالات کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔

۲۔ اس سلسلے میں دور حاضر کے مشہور مفسر قرآن سید قطب شہیدؒ کا موقف بہت واضح ہے۔ وہ سورہ البقرہ کے تحت لکھتے ہیں:

''قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ان حوادث اور واقعات کے بارے میں محض مجمل انداز میں کچھ اشارے کرنے پر اکتفا کرتا ہے جو مخاطبین کے یہاں مشہور ہوتے ہیں۔ یہ اجمال واختصار قرآن کے مقصود کی وضاحت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اپنی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں میں نے قصوں کی اس طرح کی تفصیلات سے اجتناب اور احتراز کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے، کیونکہ ان سے متعلق جو روایات ہیں وہ غیر ثابت شدہ اور ناقابل استناد

ہیں''۔(تفسیر ''فی ظلال القرآن''، ج ۱، ص ۹۷، دار الشروق، بیروت، طبع ہشتم، ۱۹۷۹ء)

سورہ الاعراف آیت ۱۳۵ کے تحت انھوں نے لکھا ہے:

''اس طرح کے مواقع پر ہم نے ہمیشہ یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ہم قرآنی نصوص پر اعتماد اور اکتفا کرتے ہیں۔ ہمارے سامنے قرآن وسنت کی طرف مراجعت کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ایسا اس لیے ہے تاکہ اسرائیلیات اور ان بے بنیاد اقوال اور روایات سے احتراز کیا جاسکے جو کتب تفسیر میں موجود ہیں۔ اس سے کوئی تفسیر مستثنیٰ نہیں ہے حتی کہ ابن جریر طبری اور ابن کثیر کی تفاسیر اپنی عظمت اور قدر و قیمت کے باوجود اس بڑی کمزوری سے محفوظ نہیں رہ سکی ہیں''۔ (فی ظلال القرآن، جلد سوم، ص ۱۳۵)

۳ قرآنی قصوں کی یہ تقسیم عربی زبان کی متداول کتاب ''مباحث فی علوم القرآن'' سے لی گئی ہے۔ اس کے مصنف مناع خلیل القطان ہیں۔ (مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام، چوڑی والان، دہلی، ص ۳۱۷) اس کے علاوہ ان قصوں کی تقسیم ان کے بعض دوسرے خصائص اور امتیازات کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ مثلاً تاریخی قصے، تمثیلی قصے، یا واقعاتی قصے، بشری قصے، یا تاریخی قصے، تمثیلی قصے، افسانوی قصے، رمزی قصے، موخر الذکر تقسیم عربی زبان کے ایک ادیب محمد احمد خلف اللہ نے کی ہے۔ جس پر بجا طور سے کافی تنقید ہوئی ہے اور اسے قرآن کی روح کے خلاف بتایا گیا ہے۔

۴ تدبر قرآن، ج ۴، تاج کمپنی دہلی، بار اول ۱۹۸۹ء، ص ۱۷۸

۵ قصص کی اس اہمیت اور افادیت پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر تفہیم القرآن میں جابجا اظہار خیال کیا ہے۔ بطور مثال ملاحظہ ہو۔ جلد دوم، (سورہ یوسف) مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، اپریل ۲۰۰۶ء، ص ۳۷۸-۳۷۹/ جلد سوم (سورہ کہف)، محولہ بالا، ص ۷-۸، ۱۰-۱۱، ۱۹-۲۰۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ''معرکہ ایمان و مادیت'' (مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، بار دوم ۱۹۷۵ء) میں کئی مقامات پر اس مسئلہ سے متعلق قیمتی مباحث ہیں بطور مثال ملاحظہ کریں، ص ۴۶-۴۷

۶ تعلیقات، محولہ بالا، ص ۲۹۷-۲۹۸

۷ تفسیر سورۃ البقرہ (محولہ بالا)، ص ۲۱۶

۸ علامہ حمید الدین فراہیؒ کا خیال یہ ہے کہ سابقہ اقوام پر عذاب تیز و تند، غبار آلود ہواؤں کے ذریعہ

آیا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی تفسیر نظام القرآن سے تفسیر سورہ ذاریات، (اردو ترجمہ) دائرہ حمیدیہ، مدرستہ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۹-۱۳۸)

۹ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے سورہ کہف آیت ۲۲ کی تشریح کرتے ہوئے اس مصلحت اور حکمت پر انتہائی بلیغ اور عمدہ بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو، 'تفہیم القرآن' ج ۳، ص ۱۹-۲۰
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ''معرکہ ایمان و مادیت'' میں ص ۴۱ تا ۵۱ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۱۰ تیسیر القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۸-۱۳۹

۱۱ بطور نمونہ ملاحظہ ہو، سید قطب، التصویر الفنی فی القرآن، دارالشروق بیروت، قاہرہ، ب ت، ص ۱۱۸-۱۴۶، نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان، سورۃ البقرۃ، ص ۳۶، ۴۶، ص ۲۱۱، ۲۱۷، قرآن مجید میں جہاں کہیں کوئی قصہ یا قصص بیان ہوا ہے/ ہوئے ہیں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تفاسیر میں ان کی تشریح کرتے ہوئے ان میں پنہاں عبرت و موعظت کے پہلوؤں کی وضاحت کی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے بہت اہتمام سے متعلقہ سورتوں کے تعارفی کلمات میں ان کے اغراض و مقاصد کا جائزہ لیتے ہوئے اس عنوان/ موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب معرکہ ایمان و مادیت اس موضوع پر ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہے، عبرت و نصیحت کے گوشوں کو اجاگر کرنے میں یہ اپنی مثال آپ ہے۔ بہی الخولی، تحریک اور دعوت (اردو ترجمہ) ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی، طبع اول جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۲۷، ۱۱۵، علامہ محمد غزالی، قرآنی مباحث کے پانچ محور (اردو ترجمہ)، مکتبہ اشاعت القرآن دہلی، طبع اول ۲۰۰۴، ص ۹۲، ۱۳۸، عبدالماجد دریابادی، قصص و مسائل، اسلامک پبلشر لکھنؤ، جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۹۳-۹۶/ ۱۰۴، ۱۰۶، ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، اریب پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۹۲-۲۹۳، محمد حنیف ندوی، مطالعہ قرآن، فرید بکڈپو، دہلی، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۳، ۲۳۱، محمد سعود عالم قاسمی، قرآن کی دعوت فکر، فیکلٹی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۲۰۱۰ء، ص ۵۷-۷۲

۱۲ قرآنی مقالات (مقالہ مولانا ابواللیث اصلاحیؒ)، ادارہ علوم القرآن، سرسید نگر علی گڑھ، طبع اول ۱۹۹۱، ص ۱۳۶-۱۳۷

۱۳ سید قطب، فی ظلال القرآن، دارالشروق بیروت، قاہرہ، ۱۹۷۹ء، ج ۱، ص ۳۹۰

۱۴ مرادقرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:
سورہ الاسراء، آیت ۸۸، سورہ البقرہ، آیت ۲۳، سورہ ہود، آیت ۱۳

۱۵ تفسیر نظام القرآن، سورہ ذاریات (اردو ترجمہ)، ص ۱۲۹

۱۶ صدرالدین اصلاحی، قرآن کا تعارف، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، بار اول جون ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۲

۱۷ مولانا کا یہ مقالہ ''قرآنی مقالات'' (محولہ بالا) کے ص ۱۵۴ تا ۱۸۵ میں موجود ہے۔

۱۸ محاضرات قرآنی، محولہ بالا، ص ۲۹۳۔ تکرار کے اسلوب پر علامہ محمد غزالی (ملاحظہ ہو: قرآنی مباحث کے پانچ محور، محولہ بالا، ص ۵۲-۹۳) اور مولانا محمد تقی عثمانی نے بہت عمدہ بحث کی ہے اور کچھ نئے پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ (علوم القرآن، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، طبع اول ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۶-۳۱۸)

۱۹ مذکورہ سطور میں اس اسلوب کے مصالح اور فوائد پر متعدد مفسرین کرام اور مفکرین امت کی آراء اور خیالات نقل کیے جاچکے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو۔ تیسیر القرآن، (محولہ بالا)، ص ۳۸۳

۲۰ حوالہ سابق، ص ۳۷، ان کی کتاب ''تحریک اور دعوت'' کا صفحہ ۱۱۵ بھی لائق مطالعہ ہے۔

۲۱ علامہ حمیدالدین فراہیؒ نے قصص اور واقعات کی اس اثر پزیری اور عبرت انگیزی کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے، اس کا تذکرہ مذکورہ سطور میں آچکا ہے۔

۲۲ ملاحظہ فرمائیں: قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، (چار مجلدات، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۴۹ء)، ارض القرآن، مولانا سید سلیمان ندوی، (دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۰۰ء) سفر نامہ ارض القرآن (مرتبہ محمد عاصم، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۲۰۰۰ء)، نیز تفسیر تفہیم القرآن (مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی) میں قصص اور واقعات سے متعلق مباحث، اصحاب کہف، ابوالکلام آزاد) اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، فروری ۱۹۷۸ء) اور اعلام القرآن یا قرآنی شخصیتیں، عبدالماجد دریابادیؒ، صدق جدید بک ایجنسی، لکھنؤ، بدون تاریخ) اور قصص و مسائل، عبدالماجد دریابادی، (اسلامک پبلشر، لکھنؤ، ۱۹۹۴ء)۔ اسی طرح اردو زبان میں اس موضوع پر ایک اور عمدہ کتاب ''انوار انبیاءؑ'' کے عنوان سے ہے۔ اسے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے لاہور اور کراچی سے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا ہے۔

☆☆☆